فتنوں کی طغیانی

ٹی، وی سے متعلق ایک فکر انگیز تحریر

مؤلف

مولانا اعجاز احمد اعظمی

فتنوں کی طغیانی

ٹی، وی سے متعلق ایک فکر انگیز تحریر

مؤلف

مولانا اعجاز احمد اعظمی

(صدر المدرسین مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپور، اعظم گڈھ)

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.
NEW DELHI-110002

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب

فتنوں کی طغیانی

از:

مولانا اعجاز احمد اعظمی

صفحات ۴۰ قیمت: ۱۵/- روپے

طبع اوّل: مارچ ۲۰۰۵ء

باہتمام

محمد ناصر خان

Name of the book

FITNO KI TUGHYANI

by:

Maulana Aijaz Ahmad A'azmi

Ist Edition: **March, 2005**

Pages: 40 Price: **Rs. 15/-** Size: 23x36/16

ناشر

فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ

FARID BOOK DEPOT (Pvt.) Ltd.

Corp. Off.: 2158, M.P. Street, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Phones: 23247075, 23289786, 23289159 Fax: 23279998 Res.: 23262486
E-mail: farid@ndf.vsnl.net.in Websites: faridexport.com, faridbook.com

---

Printed at: **Farid Enterprises, Delhi-6**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹی، وی اور تصاویر ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں، اس کا کوئی پروگرام تصویر کے بغیر ہو، یہ تقریباً ناممکن ہے، اور تصاویر کی حرمت صحیح احادیث سے ثابت ہے اسلئے ٹی، وی کے عدم جواز کا بھی علماء نے فتویٰ دیا، اور یہ بات عوام وخواص ہر ایک کے نزدیک معروف ہے، مگر نہ جانے کیا ہوا کہ گزشتہ دنوں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء نے اسی عدم جواز والے فتوے کی تصدیق کی، تو اخباری دنیا میں ایک بھونچال سا آ گیا، اور وہ لوگ جو ٹی، وی دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ علماء اس کے جواز کا فتویٰ دیدیں، انھوں نے ٹی، وی کی حمایت اور اس کے جواز کے سلسلے میں ایک قلمی جنگ چھیڑ دی، اور ہفتوں اپنے منتشر بلکہ گمراہانہ افکار وخیالات سے عامۃ المسلمین کے اذہان وقلوب کو پراگندہ اور ان میں شکوک وارتیاب کی تخم ریزی کرتے رہے، ان اخباری ہفوات کو پڑھ کر شدت سے اس کا احساس ہوا کہ ان کا کوئی تسلی بخش اور شافی جواب آنا چاہئے تاکہ لوگوں کے دلوں سے شکوک وشبہات دور ہوں، استاذ محترم حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدظلہٗ کی طبیعت مسئلۂ حق کے سلسلہ میں بڑی غیور اور ذکی الحس واقع ہوئی ہے، اسی غیرت ایمانی وحمیت دینی کے تقاضے پر انھوں نے قلم اٹھایا اور نہایت شافی اور مسکت ومدلل جواب دیا جو ماہنامہ ضیاء الاسلام، شیخوپور کے اکتوبر ۲۰۰۴ء کے شمارے میں شائع ہوا، اور اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اب اسے علیحدہ رسالہ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔

اسی کے ساتھ مولانا موصوف کا ایک اور مضمون جو اسی موضوع سے تعلق رکھتا ہے ”کافروں کے ساتھ مشابہت“ اسے بھی شامل کردیا گیا، اسلئے کہ فساد کی اصل بنیاد تشبہ بالغیر ہی ہے۔

مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور کے مفتی حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب قاسمی نے آج سے ۸ رسال قبل ٹی، وی سے متعلق ایک استفتا کے جواب میں ایک مفصل تحریر لکھی تھی جو اس وقت ماہنامہ انوار العلوم جہاناگنج میں شائع ہوئی تھی، وہ اس رسالہ کیلئے بہت مناسب معلوم ہوئی، اب اسے قدرے اضافہ وترمیم کے بعد شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو عامۃ المسلمین کیلئے نافع بنائیں، اور ہر طرح کے شرور وفتن سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین

ضیاء الحق خیرآبادی، مدرس مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپور، اعظم گڈھ

۱۵ر شعبان ۱۴۲۵ھ

فتنوں کی طغیانی

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم انعام ہے، جو بندوں پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے اتارا گیا ہے۔ اور اس کو آخری تکمیلی شکل حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ذریعے عطا کی گئی۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً، آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا، اور تم پر اپنے احسان کی تکمیل کر دی، اور تمہارے لئے میری رضامندی دین اسلام کے ساتھ مختص ہو گئی۔

آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے آخری حج کے موقع پر میدانِ عرفات میں نازل ہوئی۔ انسانوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان انسانیت کی ہدایت اور فلاح کیلئے کیا ہے۔ اولادِ آدم کی کامیابی اور فلاح کا یہی راستہ متعین ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی دین معتبر ہے، اور نہ کوئی طریقہ اور نظریہ!

وہ لوگ جنھوں نے اس دین کو تسلیم نہیں کیا، وہ خواہ بظاہر کچھ نظر آتے ہوں۔ دولت و امارت، حکومت و سیاست اور قیادت و عظمت کے جس بلند معیار پر دکھائی دیتے ہوں مگر وہ خسارے میں ہیں، تباہ و برباد ہیں۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (سورہ آل عمران، ۸۵) جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اور طریقہ اختیار کرے گا، وہ طریقہ ہرگز قبول نہ ہوگا، اور وہ آخرت میں گھاٹے میں پڑے گا۔

قرآن میں متعدد افراد و اشخاص، اور کئی ایک اقوام کا متعین طور پر ذکر آیا ہے

کہ انھوں نے اسلام کے خلاف قدم جمایا، اور بالآخر تباہ و برباد ہوئے، اور جہنم ان کا ٹھکانا بنی۔ تاریخ عالم اس بات کی صداقت پر گواہ ہے۔

دین اسلام کا رحمت ہونا، ایک ایسی صداقت ہے، جس کو دنیا کے کسی دور میں چیلنج نہیں کیا جاسکا ہے، اس کے ماننے والے کم ہوں، یا زیادہ، کمزور ہوں یا قوی! اسلامی احکام وتعلیمات، اسلامی تہذیب، اسلامی معاشرہ اور اسلام کے اختصاصات وامتیازات کچھ ڈھکی چھپی چیزیں نہیں ہیں، جن سے دنیا کا پڑھا لکھا طبقہ واقف نہ ہو۔

ہاں! لیکن کبھی کبھی اس کے مخالفین، اس کے خلاف جہالت وتشدد کی اتنی گرد اُڑاتے ہیں کہ اس کا حسن و جمال بظاہر مخفی ہونے لگتا ہے، اور گرد وغبار کا کرکراپن نمایاں ہوجاتا ہے، اور ناواقف اسے اسلام کا کرکراپن سمجھتا ہے۔

دنیا کی زیب وزینت، دنیا کی مقصودیت اور دنیا کی شان وشوکت اسلام کا موضوع نہیں ہے۔ اسلام کا مقصود فکر آخرت رضاء الٰہی اور عدل وانصاف ہے۔ خواہ اس کی وجہ سے بظاہر دنیا کا نقصان نظر آئے۔

لیکن دنیا نے ہمیشہ یہ گناہ کیا ہے کہ دنیا ہی کو مقصود ومعبود بنایا۔ اور آخرت سے غفلت اختیار کی، اور اس کی وجہ سے اسلام سے دوری بڑھتی رہی۔ غیروں سے شکایت نہیں ہے۔ غیروں سے متاثر ہو کر خود اپنوں نے بھی یہ گناہ کیا، دنیا کو اتنی اہمیت دی، جس کی وہ مستحق نہ تھی، اور دنیا کو جتنی جتنی اہمیت دی جاتی رہی، اسلام کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا رہا۔ اور اب یہ حالت ہوگئی، کہ اللہ کا یہ احسانِ عظیم اب دل ودماغ پر گراں گزر رہا ہے۔ کچھ لوگ اسلامی تعلیمات کو خیرباد کہہ رہے ہیں انھوں نے اپنے آپ کو بدل ڈالا ہے۔ اور اپنے اندر اور باہر اسلام کی کوئی علامت بجز قومیت کے نہیں رہنے دی ہے۔ قومیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنا شمار مسلمانوں میں کرتے ہیں، مسلمانوں جیسا نام رکھتے ہیں، اور کبھی کبھی کسی کسی اسلامی شعائر کو عارضی طور پر اختیار کر لیتے ہیں

، اور کچھ لوگ ایسے ہیں، کہ اسلامی تعلیمات کو توڑ پھوڑ رہے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ غیر اسلامی چیزوں کا جواز اسلام میں تلاش کر لیں۔

اسلامی تعلیمات واحکام میں غیر اسلامی چیزوں کو داخل کرنا ایک بڑا فتنہ ہے، اس فتنے کے عام ہونے کے بعد یہ معلوم کرنا مشکل ہوگا کہ اسلام کیا ہے؟ اور کفر کیا ہے؟ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں انسانوں نے جب اپنی اپنی رائے اور اپنا اپنا نظریہ داخل کیا، تو ان مذاہب میں حق و باطل کا امتیاز باقی نہیں رہا، کیا اصل تعلیم ہے، اور کیا کیا اس سے خارج ہے؟ آج اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب میں اس پر خط فاصل نہیں کھینچا جا سکتا۔

اس کے برخلاف اسلام کے تمام اصول وفروع، قواعد واحکام واضح ہیں، کسی غیر اسلامی چیز پر اسلامی لیبل چسپاں کرنا ایک مشکل کام ہے۔

یہاں بڑی آسانی سے بتایا جا سکتا ہے کہ اسلام کیا ہے، اور کفر کیا ہے؟ طاعت کیا ہے اور معصیت کیا ہے؟ عبادت کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟ کیونکہ اسلام کی بنیادی کتاب قرآن کریم ہے اور دوسری بنیادی چیز سنت رسول ہے، یہ دونوں بالکل اپنی اصلی حالت پر آج بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں، مسلمان جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہے گا، گمراہ نہ ہوگا۔

مگر اس زمانے میں قرآن وسنت سے آنکھ بند کرنے کا عام دستور سا ہوتا جا رہا ہے، نئی نئی چیزیں، نئے نئے نظریات وخیالات، جن کو قرآن وسنت سے کوئی مناسبت نہیں ہے، بلکہ ان کی وجہ سے قرآن وسنت سے دوری ہوتی ہے، مسلسل اور پے بہ پے یکے بعد دیگرے آتے چلے جا رہے ہیں۔ اور دنیا داری میں جو لوگ مست ہیں وہ کوشش کرتے ہیں کہ انھیں اسلام میں داخل کر دیا جائے، اور اس سلسلے میں اتنا شور وغل کیا جاتا ہے اور اتنی غوغا مچائی جاتی ہے، کہ وہ چیزیں جو صریحاً اسلام کے خلاف

ہیں، وہ عین اسلام کے مطابق باور کرلی جاتی ہیں، ایک خبر بار بار دہرائی جائے، بار بار نظروں کے سامنے لائی جائے، تو طبیعت اسے گوارا کرنے لگتی ہے، پھر نوبت یہاں تک پہونچ جاتی ہے کہ وہی چیز پسندیدہ بن جاتی ہے۔ کسی سلیم الطبع آدمی کے پاس بدبو کی کوئی چیز لائی جائے، تو اسے متلی آنے لگے گی، وہ منہ بگاڑے گا، لیکن اگر اسے اس کا عادی بنادیا جائے، تو اس کے بغیر چین نہیں پاتا۔

اسلام کے خلاف گندے سے گندے فتنے کا بھی یہی حال ہے۔ شروع میں طبیعت انکار کرتی ہے، مگر مسلسل وہی چیز سامنے آتی ہے، تو آدمی اسے قبول کرلیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عوداً عوداً فأی قلب أشربها نکتت فیه نکتة سوداء وأی قلب أنکرها نکتت فیه نکتة بیضاء حتیٰ یصیر علیٰ قلبین أبیض بمثل الصفاء فلاتضرهٗ فتنة مادامت السمٰوٰت والارض ولآخر أسود مرباداً کالکوز مجخیاً لایعرف معروفاً ولاینکر منکراً الا ماأشرب من هواه (رواہ مسلم) قلوب پر فتنوں کی بارش اس طرح ہوگی، جیسے چٹائی کے تنکے یکے بعد دیگرے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہتے ہیں، پھر جو قلب ان سے متاثر ہوتا ہے، اس میں ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اور جو قلب اسے رد کردیتا ہے، اس میں ایک روشن نقطہ ظاہر ہوتا ہے، بالآخر یہ دو طرح کے قلب ہوجاتے ہیں، ایک نہایت صاف وشفاف اور روشن! اسے کوئی فتنہ رہتی دنیا تک نقصان نہیں پہونچا سکتا اور ایک سیاہ راکھ جیسا۔ جیسے اُلٹا پیالہ، وہ نہ کسی اچھائی کو پہچانتا اور نہ کسی بری چیز پر انکار کرتا، اسے صرف وہ چیز سمجھ میں آتی ہے، جو اس کے نفس کی خواہش کے مطابق ہو۔

حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

قُلْ لَايَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْأَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوْا اللّٰهَ يَا أُوْلِى الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (سورمائدہ:١٠٠)

تم کہہ دو کہ گندی چیز اور پاک چیز برابر نہیں ہوسکتی، اگر چہ گندگی کی کثرت تمہیں بھلی معلوم ہو، پس اللہ سے اے عقل والو! ڈرو، شاید تم کامیاب ہو۔

ہمارے اس دور میں اسلامی تعلیمات واحکام اور اسلامی تہذیب کے خلاف گندگی کی وہ کثرت ہوگئی ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں وہ گندی چیزیں بھلی معلوم ہونے لگی ہیں، لیکن قرآن کا فیصلہ ہے کہ جو چیز گندی ہے، وہ بظاہر کیسی ہی خوشنما اور مفید معلوم ہو، گندی ہی رہے گی۔

آج کل ان فتنوں کی بارش بہت بڑھ گئی ہے، کوئی آنکھ، کوئی کان، کوئی دل ایسا نہ ملے گا، جس پر فتنوں کی برسات نہ ہورہی ہو، جتنے ذرائع اِبلاغ بڑھتے جارہے ہیں، اتنے ہی فتنے بڑھتے جارہے ہیں۔ اور جتنی تیز رفتار سواریاں بڑھ رہی ہیں، اتنی ہی برق رفتاری سے فتنے ترقی کررہے ہیں، ایک زمانہ تھا کہ خاص خاص جگہوں میں ناچ گانے کی بزم سجائی جاتی تھی، ان میں خاص خاص لوگ شرکت کرتے تھے، پھر سنیما کی ایجاد نے اس میں عموم پیدا کیا، اب ناچ گانا عام ہوگیا، لیکن پھر بھی ایک مخصوص عمارت تک جانا پڑتا تھا۔ کتنے لوگ معاشرے کی شرم کی وجہ سے نہیں جاسکتے تھے، پھر ایجاد کرنے والوں نے ہاتھ میں ریڈیو تھمادئے کہ جب چاہو گانا سنو! مگر نگاہیں محروم تھیں، پھر ٹی، وی نے باقی کسر پوری کردی۔ اب جہاں چاہیے سنیما ہال بنالیجئے۔ اور اس طرح موجودہ معاشرہ کی بیشتر خرابیوں کا سرچشمہ یہی ٹی، وی ہے۔ گانے بجانے، شراب وکباب، مار دھاڑ، قتل وخونریزی، چوری اور غارت گری کون سا ایسا جذبۂ فساد ہے، جو ٹی، وی کے اسکرین سے دل ودماغ کی شریانوں میں پیوست نہیں ہوتا اور انسان کے رگ وریشہ میں نہیں دوڑتا۔ بچوں سے لیکر جوان اور بوڑھے

تک سب ٹی، وی کے اسکرینوں کی نقالی میں تھرکتے، ناچتے، کودتے اور عجیب وغریب حرکات میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے، جس کا انکار بجز ان لوگوں کے اور کوئی نہیں کرسکتا، جنھوں نے حقائق سے آنکھوں کو بند کرنا ہی اپنا شیوہ بنا رکھا ہو، یہ تسلیم کہ ٹی، وی اور ریڈیو پر خبریں نشر ہوتی ہیں، بجا کہ بعض اچھی معلومات بھی فراہم کی جاتی ہیں، مانا کہ اس کے ذریعے تجارت کا فروغ ہوتا ہے۔ مگر پوچھئے کہ یہ خبریں انسانیت کی کون سی خدمت انجام دیتی ہیں، کیا ان خبروں میں سیاسی بازی گری نہیں ہوتی، کیا یہ خبریں جھوٹ کو سچ نہیں بناتیں، کیا یہ خبریں سچائی کی آنکھ میں دھول نہیں جھونکتیں، کیا یہ خبریں سن سن کر انسان ''ٹینشن'' میں نہیں مبتلا ہوتا، کیا ان خبروں کے نتیجے میں معاشرہ بے تحاشا فسادات وخونریزی میں تہ وبالا نہیں ہوتا؟ پھر یہ بھی دریافت کیجئے کہ یہ اچھی معلومات جو ریڈیو اور ٹی، وی سے فراہم کی جاتی ہیں ان میں دینی معلومات، فکر آخرت اور دنیا کی بے حقیقتی کا کتنا عنصر ہوتا ہے یہ معلومات انسان کو حبِ دنیا میں مبتلا کرتی ہیں، یا فکر آخرت کا تحفہ عطا کرتی ہیں۔ ان معلومات سے سنجیدگی پیدا ہوتی ہے، یا لہو ولعب کی لت پڑتی ہے۔

واقعہ یہ ہے، اور یہ سو فی صد حقیقت کہ موجودہ دور کے یہ ذرائع ابلاغ جن کی دُہائی عام طور سے ترقی کے نام پر دی جاتی ہے، یہ انسانیت کی جانکنی ہیں، ان کا کردار اسلامی عقائد ونظریات کے ٹھیک برعکس ہے۔ یہ فرنگی ایجادات انسانیت کی خدمت تو کیا کرتے، انسانی قدروں کو فنا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان سے کچھ کچھ فوائد ضرور وابستہ ہیں، مگر اول تو وہ صرف دنیاوی فوائد ہیں، اور جو فوائد دینی رنگ میں دکھائی دیتے ہیں، وہ بھی صرف صورۃً دینی فوائد ہیں، حقیقۃً ان کو دین سے مناسبت بالکل نہیں ہوتی، اور دینی فائدہ وہی معتبر ہے جو دین کی روح سے مناسبت رکھتے ہوں۔ اس طرح کے فوائد تو ہر بری چیز میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے

ہیں کہ: يَسْـئَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔

جب شراب خوب پی جاتی تھی، اور اس کی حرمت کا تصور نہ تھا، تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

”یہ لوگ شرب اور جوے کے متعلق پوچھتے ہیں، تم کہہ دو کہ ان دونوں میں گناہ بڑا ہے، اور لوگوں کیلئے کچھ فوائد بھی ہیں۔“

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اسی وقت لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب شراب اور جوے کی خیر نہیں، اور یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ ان دونوں میں خیر نہیں شر ہے۔ پھر بالآخر منافع للناس ہوتے ہوئے، شراب اور جوا کو پورے طور پر حرام کر دیا گیا۔

اس سے دین اسلام کی رُوح کا پتہ چلتا ہے، کہ جو چیزیں اپنے اندر مزاج وطبیعت کے لحاظ سے شر کا غلبہ رکھتی ہیں، ان میں اگر کچھ فوائد بھی ہوں، تو بھی انھیں حرام ہی قرار دیا جائے گا۔

ریڈیو ہو یا ٹی، وی۔ انٹرنیٹ ہو یا وی، سی، آر۔ دینی نقطۂ نظر سے کوئی صاحب غور کر لیں کہ ان کے استعمال میں شر کا عنصر کتنا ہے اور خیر کا جز کتنا ہے؟ جن کے نزدیک گانا بجانا، عورتوں کے نغمے سننا، ناچ گانے والی عورتوں سے دلچسپی لینا، عریانیت وفحاشی میں گھسے رہنا، ہر جھوٹ اور لغو کا سننا اور اس میں مشغول رہنا تصویروں کا دیکھنا اور انھیں گھروں میں رکھنا، کوئی عیب نہ ہو، وہ ہمارے اس مضمون کے مخاطب نہیں ہیں۔ اور نہ اسلام کو ان سے کوئی مطلب ہے۔ بات ان لوگوں کی ہے، جو اسلام کی حرام کردہ چیزوں کو حرام مانتے ہیں، بتایا جائے کہ ان کے نزدیک ان چیزوں کے استعمال میں شر کتنا ہے، اور خیر کتنا ہے؟

لوگ صحیح استعمال کی بات کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج کتنے سلیم الطبع

اور تربیت یافتہ لوگ ملتے ہیں، جو ریڈیو اور ٹی، وی میں صرف سنجیدہ پروگرام دیکھتے اور سنتے ہوں اور اگر کوئی اکا دکا آدمی ایسا مل بھی جائے، تو اس کے گھر میں بچوں اور عورتوں کا راستہ کون سا ہوگا؟

میں اور جگہ کی بات نہیں کرتا، مکہ شریف جیسی مقدس سرزمین میں ایک عالم دین جو ماشاء اللہ حدیث شریف کی خدمت میں ممتاز ہیں۔ وہ اس بندے کو اپنے گھر لے گئے۔ اس وقت ان کے اہل وعیال اپنے وطن ہندوستان آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کو ٹیپ ریکارڈ سے نعت شریف سنواتا ہوں۔ مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے، میں نے معذرت کی، انھوں نے بے تکلفی میں اصرار کیا۔ اور بہت سی کیسٹیں اُٹھا لائے۔ کم از کم تین چار درجن! اور فرمایا کہ ہمارے گھر صرف نعت اور قرأت کی کیسٹیں ہیں اور وہی سنی جاتی ہیں۔ گانے بجانے سے بالکلیہ احتراز ہے، وہ یہ کہتے کہتے ایک کیسٹ ٹیپ میں لگانے لگے، میں نے منع بھی کیا۔ میرے نہیں نہیں کہتے انھوں نے لگا ہی دی۔ اب جو آواز آئی تو نسوانی آواز تھی اور وہ فلمی گانا گا رہی تھی گھبرا کر انھوں نے دوسری لگائی۔ وہ بھی اسی رنگ میں تھی۔ پھر وہ کیسٹ بدلتے رہے مگر رنگ نہیں بدلا۔ میں نے عرض کیا جانے دیجیے۔ نعت وقرأت کی کیسٹ وطن گئی۔ وہاں ان کیسٹوں کی گنجائش نہ تھی، یہاں صرف گانے کی کیسٹیں ہیں۔

یہ ایک گھر کا واقعہ نہیں۔ ہر وہ دیندار گھر جس میں کسی مجبوری کی وجہ سے ٹی، وی، ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ استعمال کیا جاتا ہے، ہر گھر کا یہی قصہ ہے۔ اور جہاں اتنی سی بھی دینداری کی فکر نہیں ہے، وہاں تو قرأت ونعت کی گنجائش ہی نہیں!

جن چیزوں کے یہ لچھن ہوں۔ ان کے بارے میں دین اسلام سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ان کے جواز کا فتویٰ دے گا، خوش فہمی ہے۔ دین اسلام کا راستہ اور اس کی منزل الگ ہے، اور کفر وشرک کا راستہ اور اس کی منزل علیحدہ ہے۔ دونوں کہیں ایک

دوسرے سے نہیں ملتے۔ ہر وہ چیز، جو مسلمان کو اس کے دین سے، فکر آخرت سے زہد وقناعت سے برگشتہ کرے۔ اس سے اجتناب لازم ہے، خواہ وہ دنیاوی ترقی کیلئے کتنی ہی ضروری اور بھلی معلوم ہو۔

اب فتنے کی طغیانی ملاحظہ ہو۔

روزنامہ سہارا کی ۲۲؍اگست ۲۰۰۴ء بروز اتوار کی اشاعت میں دارالعلوم دیوبند سے جاری شدہ ایک فتویٰ کو مشق ستم بنایا گیا ہے۔ اس کی تمہید میں مذکورہ اخبار نے لکھا ہے کہ:

> ”دینی پروگرام کی نشر واشاعت کے لئے ٹیلی ویژن کا استعمال شرعی ہے یا غیر شرعی، اس مسئلہ پر دارالعلوم دیوبند نے گزشتہ دنوں ایک سوال کے جواب میں فتویٰ جاری کیا جس میں ٹیلی ویژن کو ایک آلۂ لہو ولعب قرار دیتے ہوئے اس کے استعمال کو انتہائی قبیح بتایا گیا ہے۔
>
> ایسا نہیں ہے کہ اس طرح کا فتویٰ پہلی بار آیا ہے، اس سے قبل دارالافتاء ڈابھیل، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فتوے آچکے ہیں۔

تمہید نگار نے یہ نہیں بتایا کہ اور جگہوں سے کیا کیا فتوے آئے، یہ بتائے بغیر وہ لکھتا ہے کہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی موضوع پر بار بار فتویٰ کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی، کسی حتمی فتویٰ پر اکتفاء کیوں نہیں کیا جاتا۔

اس تمہید نگار سے کوئی پوچھے کہ آخر یہ حتمی فتویٰ ہی تو ہے جو بار بار دیا گیا، اور مختلف جگہوں سے بار بار سوال کئے جائیں گے، تو بار بار جواب بھی دیا ہی جائے گا۔

تمہید نگار کہتا ہے:

اس سے کنفیوژن پیدا نہیں ہوگا، آخر اختلاف کی راہیں کیوں کھل رہی ہیں؟

فتویٰ تو ایک ہی ہے۔ اس سے اختلاف کی راہ نہیں کھل رہی ہے، البتہ اخبار نے اس میں کنفیوژن پیدا کرنے کوشش کی ہے، اور مختلف الخیال اور مختلف العمل لوگوں سے مضمون لکھوا کر اختلاف کی راہ کھول رہا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے مسائل جب ہر قسم کی گپ شائع کرنے والے اخباروں میں چھیڑے جاتے ہیں، تو اختلاف کی راہ وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ علماء کے فتاوے اس اختلاف کے ذمہ دار نہیں، اخبارات کے بازاری صفحات اختلاف پیدا کرتے ہیں۔

اب وہ فتویٰ سنئے، جس پر اخبار نے کئی گرم مضامین شائع کئے ہیں اور یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ علماء کے درمیان اس موضوع پر اختلاف ہے، کوئی شبہ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے اس فتوے سے اختلاف کیا ہے، ان میں سے بعض حضرات علماء میں شمار کئے جاتے ہیں، لیکن ان کے مضامین پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ ان حضرات نے پڑھا لکھا سب بھلا دیا، یا بالقصد انحراف کیا۔ ان مضامین کی وجہ سے وہ اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان مضامین کو پڑھنے سے قرآن پاک کی ایک آیت ذہن پر روشن ہوئی، جو حق تعالیٰ نے منافقین کی بے وفائی کے متعلق ایک خاص موقع پر نازل فرمائی ہے:

هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ (سورہ آل عمران:۱۶۷)

اس دن وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کے زیادہ قریب تر تھے۔

میں نہیں کہتا کہ ان حضرات کے حال پر یہ آیت منطبق ہو رہی ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ علماء حقانی کی صف سے یہ حضرات خود کو باہر کرنے کے درپے معلوم ہوتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ ہو

”اصل یہ ہے کہ ٹی۔ وی اصالۃً آلۂ لہو ولعب ہے۔ دینی پروگرام چلانے کیلئے اس کا استعمال کرنا انتہائی قبیح ہے، اشاعت اسلام اور حفاظت

اسلام کے جو طرق بے غبار اسلام میں مقرر ہیں، شریعت مطہرہ نے ان کی اجازت دی ہے، ان طریقوں کو سختی سے اپنانے کی ضرورت ہے۔ ٹی۔ وی کے دینی پروگرام بھی دیکھنے والے لہو ولعب کے انداز سے ہی دیکھنے کے عادی ہیں، امور محرمہ سے اسے پاک صاف کر دینا تقریباً ناممکن ہے، اس لئے اس کے استعمال کو دینی پروگرام کیلئے بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

☆☆☆☆☆☆

یہ فتویٰ بالکل صحیح ہے، مگر اخبار نے اس کا تماشا بنا دیا ہے، دینی احکام وتعلیمات کی تبلیغ اور اس کی نشر واشاعت کا ایک خاص مزاج ہے۔ سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ دین اور دینی تعلیمات ایک مقدس اور پاکیزہ اور نہایت سنجیدہ امر ہے، لہو ولعب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کی نسبت اللہ اور رسول کے ساتھ ہے، اس کا ایک خاص ادب واحترام ہے۔ ادب واحترام کے اس حصار کو اگر توڑ دیا جائے، تو ظاہری شکل چاہے دین کی رہ جائے مگر اصل روح غائب ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (سورہ حج، ۳۲)

جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے، تو یہ قلب کے تقویٰ کا اثر ہے۔

دینی پروگراموں کو خواہ ٹی۔ وی پر لائیں، ریڈیو پر لائیں، یا انٹرنیٹ پر لائیں، سب سے پہلے ان کا احترام وتقدس غائب ہوتا ہے، اور یہ بات ایسی نہیں ہے جس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت ہو۔ ہاں اگر تقدس واحترام کا مفہوم ہی بدل دیا جائے، یا اس کو لغو وفضول چیز قرار دے دیا جائے تو بات دوسری ہے۔ اور دنیاداری کے غلبہ اور آخرت فراموشی کے اس دور میں یہ تماشا بھی بہت عام ہو چکا ہے۔ اکبر کے زمانے میں یہ صورت حال رہی ہو یا نہ رہی ہو، مگر اب تو کھلے بندوں یہ تماشا ہو رہا ہے کہ

رقیبوں نے رَپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

خدا کا نام فیشن کے طور پر تو لیا جاتا ہے، مگر آخرت کا نام لینا، اور دنیا کو بے وقعت سمجھنا، تو واقعی جرم بن چکا ہے، میں یہ باتیں لکھ رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں کہ بہت سی پیشانیاں شکن آلود ہوں گی، بعض زبانیں یاوہ گوئی کریں گی، بعض قلم حرکت میں آئیں گے۔ لیکن جو حقیقت ہے اسے بیان کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ اور اسلامی علوم کی نشر واشاعت ان نامعتبر آلات واسباب سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اس کا تعلق افراد ورجال سے ہے، دین، اصحابِ دین سے پھیلتا ہے، علم دین، اربابِ علم سے پرورش پاتا ہے۔

اگر گانے بجانے کے آلات سے تبلیغ کا کوئی تصور ہوتا، تو زمانۂ رسالت مآب ﷺ میں گانے بجانے کے آلات بہت تھے، اور ان سے دلچسپی رکھنے والے بھی بہت تھے، مزامیر پر قرآن پڑھا جاتا، تو لوگ بہت دلچسپی سے سنتے، مگر ان کا استعمال تو کیا ہوتا، انھیں صراحۃً حرام قرار دے دیا گیا، اللہ جانے آج کے ٹی۔ وی کی حمایت کرنے والے ہوتے، تو کیا حکم صادر کرتے۔

دین سیکھنا ہو، تو ٹی، وی کے دینی پروگرام سے نہیں دینداروں سے حاصل کیا جائے گا، ہر چیز اپنے محل پر مناسب ہوتی ہے، کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا ظلم ہے۔ قرآن شریف کو بیت الخلاء میں رکھ دیا جائے، تو بیت الخلاء چاہے جتنا خوبصورت ہو، گناہ ہوگا، سنیما ہال میں قرأتِ قرآن کی مجلس منعقد کی جائے تو اس کو کون جائز کہے گا۔ (۱)

اخبار میں متعدد لوگوں نے ٹی، وی پر اسلامی پروگراموں کی اشاعت کے

---

(۱) بقول ایک ظریف عالم کے کہ اگر زمانہ بہت ترقی کر جائے، اور کوئی آدمی رَس گُلا ہگے، تو اسے کھایا جائے گا؟ یہاں صرف اصل شئے نہیں دیکھی جاتی، حصول کے ذرائع کو بھی پرکھا جاتا ہے۔

جواز پر زور دیا ہے۔ لیکن عقلی تک بندیوں، مغرب سے مرعوبیت اور بے معنیٰ جذباتیت کے علاوہ کوئی قابل لحاظ دلیل قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش نہیں کی، جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

> "اسلام کے خلاف دنیا میں پروپیگنڈے ہو رہے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ پروپیگنڈے کی جگہوں پر جا کر اپنا دفاع کریں"

● اس ایک بات کے علاوہ جو باتیں کہی گئی ہیں، وہ مغربی تہذیب سے تاثر بلکہ مرعوبیت کے آثار ہیں۔

اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کی جو بات ہے، وہ صحیح ہے، مگر اسلام نے، قرآن وحدیث نے پروپیگنڈے کا جواب پروپیگنڈا نہیں بتایا ہے، پروپیگنڈے کی بنیاد سچ کے ساتھ بہت سارے جھوٹ پر ہے۔ آدمی دل کھول کر جھوٹ بولے اور اتنا بولے کہ وہ سچ معلوم ہونے لگے، ظاہر ہے کہ اسلام اس کی اجازت کبھی نہیں دے سکتا، اور یہ تصور بھی غلط ہے کہ جس ماحول میں پروپیگنڈا ہو رہا ہے، اسی ماحول میں ہم جا کر تردید کریں۔ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

لَتُبْلَوُنَّ فِیْ أَمْوَالِکُمْ وَأَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ أُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ أَشْرَکُوا أَذیً کَثِیْراً، وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (سورہ آل عمران: ١٨٦)

ایمان والوں سے فرمایا گیا ہے کہ تمہارے جان ومال میں تمہاری آزمائش ضرور ہوگی، اور تم اگلے اہل کتاب (یعنی یہودیوں، عیسائیوں) اور مشرکین سے بہت زیادہ تکلیف دہ باتیں سنو گے، اور اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ پر جمے رہو گے تو یہ بہت پختہ اور عزیمت کی بات ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پروپیگنڈے کے جواب کا جو طریقہ بتایا ہے، وہ صبر

اور تقویٰ ہے،

معترضین اور مشرکین کے ہر اعتراض کا جواب ہی کہاں ضروری ہے، ان سے تو اعراض ہی مناسب ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلاماً (سورہ فرقان: ۶۳)

جب جہالت والے ان سے مخاطب ہوتے ہیں، تو یہ سلامتی کی بات کہہ کے ہٹ جاتے ہیں۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَاماً (سورہ فرقان: ۷۲)

جب لغو باتوں پر ان کا گزر ہوتا ہے، تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

ٹی، وی تو گندگی کا خزانہ ہے۔ اخبارات میں جب کوئی غلط بات اُچھالی جاتی ہے، اور پھر بعض اہل قلم اس کا تحقیقی جواب دیتے ہیں تو کیا نتیجہ نکلتا ہے، دیکھنے میں تو یہی آتا ہے کہ سوائے اختلاف اور جہالت کی صورت حال بڑھنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وأعرض عن الجاهلين (سورہ اعراف:) جاہلوں سے اعراض کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کس کس جھوٹ کا جواب دیں گے۔ اس پروپیگنڈے کا جواب علمی اور سنجیدہ انداز میں جتنا دے سکیں اس سے زیادہ کا اللہ تعالیٰ نے مکلّف نہیں بنایا ہے، اور نہ ہر ایک بات کا جواب دیا جانا مناسب ہے۔ آگے صبر اور تقویٰ ہی اصل علاج ہے، جو قرآن کی نص صریح سے ثابت ہے، اور جس پر نصرتِ الٰہی کا وعدہ ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ** (سورہ آل عمران:) اور اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے، تو ان کی سازشیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، بے شک یہ لوگ جو کچھ

کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احاطۂ قدرت میں ہے۔

اہل اسلام کا معاملہ صرف ظاہری اسباب پر نہیں ہے کہ اس میں اتنا غلو کیا جائے کہ ساری اہمیت اسی کو حاصل ہو جائے۔ جواز کے دائرے میں بقدر ضرورت اسباب اختیار کئے جائیں گے اسباب کے دائرے سے بہت بڑا دائرہ نصرت الٰہی کا ہے جس پر یقین ایک مسلمان ہی کو ہو سکتا ہے۔ کفار دنیا دار اس سے محروم ہیں۔ پھر مسلمانوں کو کفار کے طریقوں پر دوڑانا، ان کے ذرائع ابلاغ کو اختیار کرنے کی تلقین کرنا بالکل غلط اور لغو ہے۔

مسلمانوں کو تو کفار اور یہود ونصاریٰ کے طریقوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جن چیزوں کی بنیاد خلاف شرع امور پر ہے، وہ یہود ونصاریٰ کا طریقہ تو ہو سکتا ہے۔ اہل اسلام کا نہیں۔ ٹی، وی کی بنیادی چیز تصویریں ہیں اور وہی اسلام میں ناجائز ہیں۔ پھر دینی پروگرام کی گنجائش اس میں کیونکر ہو گی۔

جو لوگ کھینچ تان کر اسے جائز بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی خدمت نہیں، اسلام کو مذاق بنانا چاہتے ہیں۔ وہ خود ٹی، وی دیکھتے ہوں تو دیکھیں، مگر اسے جائز بتا کر ساری امت کو جہنم میں ڈھکیلنے کی کوشش نہ کریں۔

ایک مرتبہ لاہور میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ محدث دیوبند، علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ اس وقت کے مشہور صحافی غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک ان حضرات کی خدمت میں آئے۔ یہ صحافی حضرات دنیاوی معلومات سے اتنے متاثر ومغلوب ہوتے ہیں کہ شریعت کی حرام کردہ چیزیں ان کیلئے اجنبی بن جاتی ہیں۔ جیسے آج ٹی، وی کی حرمت اجنبی معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت سود کی حرمت پر ان دونوں حضرات کو بہت اشکال ہو رہا تھا۔ سالک صاحب سود کے جواز پر بحث کر رہے تھے، علامہ عثمانی جواب دے رہے تھے،

بحث کافی طویل ہوگئی۔ سالک صاحب ماننے کے لئے تیار نہ تھے، علامہ کشمیری خاموش سن رہے تھے، جب دیر ہوگئی تو علامہ انور شاہ نے فرمایا:

''میاں سالک! تم تو ہو سالک، میں ہوں مجذوب، میری بات کا برا مت ماننا، خدا کی بنائی ہوئی جہنم بہت وسیع ہے، تم کو اس میں کودنا ہو تو کود و، مگر ہمارے کندھوں پر پاؤں رکھ کر کودو گے تو ہم پکڑ لیں گے۔ (یعنی ہمارے فتوے کے ذریعہ جواز چاہو تو ہم اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیں گے)

یہی بات یہاں بھی ہے کہ کوئی صاحب ٹی، وی سے لطف اندوز ہوکر عاقبت برباد کرنا چاہیں تو کریں، مگر اس کے جواز کا فتویٰ دینا چاہیں گے، تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور جب ٹی، وی کے لئے اسلامی پروگراموں کی اجازت ہوگی، تو ظاہر ہے کہ اس کے گھر گھر رکھنے کے جواز کا فتویٰ بھی دینا پڑے گا۔ اور اس کا جو حشر ہوگا، وہ ظاہر ہے کہ اسلامی پروگرام کا بہانہ ہوگا اور تمام واہیات وخرافات سے گھر بھرے ہوں گے۔

بعض مضمون نگاروں نے علماء پر طعن کیا ہے کہ یہ لوگ ابتداء میں لاؤڈ اسپیکر ریڈیو وغیرہ کو بھی قبول نہیں کرتے تھے، مگر اب وہ پچھلی بات نہ رہی۔ اس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی بات کا کچھ اعتبار نہیں، کل ایک بات کو ناجائز کہتے تھے، جب وہی چیز عام ہوگئی تو وہ جائز ہوگئی۔

لیکن ان کا یہ طعن درست نہیں ہے، دین، علماء اور عوام کا وضع کردہ نہیں ہے، اللہ ورسول کی طرف سے ہے، تو جب بھی کوئی نئی چیز آئے گی، تو دیانت کا تقاضا یہی ہے، کہ اس کی اچھی طرح تحقیق کریں۔ چنانچہ ہر مسئلے میں یہی ہوا ہے، جب تک اچھی طرح وضاحت نہیں ہوگئی ہے۔ اس کے جواز یا عدم جواز دونوں پہلوؤں پر گفتگو رہی۔ پھر جب کوئی ایک رُخ واضح ہوگیا، تو فیصلہ ہوگیا، لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے

عدم جواز یا کراہت کا رخ اگر چہ متعین ہے، مگر ان کے رواج کا اتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ ان کی برائی ذہنوں سے محو سی ہو گئی ہے، اور بعض چیزوں میں خود اصحاب دین کسی درجہ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ سے نکیر کی شدت میں کمی ہو گئی ہے، تو بعض لوگوں نے اس کے جواز کا فیصلہ سمجھ لیا۔

مثلاً تصویر کشی اصلاً ناجائز ہے، مگر اب اس کی وہ کثرت ہے کہ الامان والحفیظ! شاید ہی کوئی مجلس اور کوئی شخص اس سے بچا ہو، مسجدوں میں نمازیوں کی تصویریں۔ علماء و مشائخ کی تصویریں۔ مجلس وعظ کی تصویریں۔ مجلس نکاح کی تصویریں۔ کتابوں میں تصویریں۔ گھروں میں تصویریں۔ غرض کہاں تصویریں نہیں ہیں۔ اب اگر کوئی تصویر پر نکیر کرتا ہے تو اجنبی سی بات معلوم ہوتی ہے، اس مسئلے میں علماء و مشائخ بھی ڈھیلے نظر آتے ہیں، مگر ہے وہ ناجائز ہی۔

لاؤڈ اسپیکر کے مسئلے میں جو جواز و عدم جواز کی جو بنیاد تھی، وہ واضح تھی لیکن اس بنیاد کا اس پر انطباق مختلف فیہ ہوا، اس سے نفس مسئلہ میں اختلاف ہوا، مگر پھر تحقیقات سے یہ بات منقح ہو گئی کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ بولنے والے کی آواز ہی ہوتی ہے۔ دوسری کوئی آواز نہیں ہوتی، تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا۔ گو کہ اب بھی بعض علماء اس میں کراہت تصور کرتے ہیں۔ اور یہ ان کے احتیاط کا پہلو ہے۔

ٹیلی ویژن بھی اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ اس کی بھی قباحت ذہنوں سے محو ہوتی جاتی ہے۔ اب تو بعض علماء بھی ٹی، وی کا جلوہ دیکھتے نظر آتے ہیں۔ اور کچھ حضرات تو بہ نفس نفیس ٹیلی ویژن میں جلوہ افروز بھی ہوتے ہیں، اس سے دین کا فائدہ تو ہوتا نہیں، ہاں ان کی شہرت ہو جاتی ہے۔

نص قرآنی کا قطعی فیصلہ ہے کہ خبیث چیز خبیث ہی رہے گی خواہ وہ کثرت کی وجہ سے بھلی معلوم ہونے لگے۔ قُلْ لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ

وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۔ (سور مائدہ: ۱۰۰)

دنیا پرستی اور دین اسلام دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ دین اسلام دنیا کو برتنے کی صحیح تعلیم دیتا ہے، مگر اس کو معبود و مقصود بنانے اور اس میں مرنے کھپنے سے منع کرتا ہے۔ دنیا کا استعمال آخرت کیلئے، رضاء الٰہی کیلئے صحیح استعمال ہے۔ اور دنیا کو صرف دنیا کے لئے آخرت کو فراموش کر کے استعمال کرنا دنیا پرستی ہے۔ اس سے صریح ممانعت قرآن میں موجود ہے۔ دورِ حاضر کے دنیا پرستوں کے سامنے آخرت کا کوئی مسئلہ نہیں، اس سے بے نیاز ہو کر آنکھیں بند کر کے دنیا کی پوجا ہو رہی ہے، ان کی پیروی جب مسلمان کرے گا، تو وہ بھی اسی گناہ میں مبتلا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ لَا تَرْكَنُوْآ اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (سورۂ ھود: ۱۱۳) تم ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو، ورنہ آگ تمہیں پکڑ کر رہے گی۔ ظالموں کی طرف میلان یہی ہے کہ اپنا طریقہ چھوڑ کر کفار و مشرکین کے طریقوں کو اختیار کیا جائے۔

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا (سورہ لقمان: ۶) اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتیں خریدتے ہیں، کہ اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دیں، اور اسے مذاق کی چیز بنائیں۔

یہ ان اشقیاء کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ رنگ کھیل تماشے یا دوسری خرافات و واہیات میں مستغرق ہیں، چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان مشاغل اور تفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کر دیں، اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی اڑائیں، حضرت حسن بصریؒ لھو الحدیث کے متعلق فرماتے ہیں: كل ما شغلك عن عبادة الله و ذكره من

السمر والاضاحیک والخرافات والغنا ونحوھا (روح المعانی) یعنی لھو الحدیث ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو، مثلاً فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ (تفسیر عثمانی)

ٹیلی ویژن ہو، ریڈیو ہو، انٹرنیٹ ہو، سینما ہو، ان سب کا بڑا مصرف ''لھو الحدیث'' ہے جو شخص ان امور میں دلچسپی رکھتا ہے، وہ اللہ کی عبادت اور ذکر الٰہی، تلاوت قرآن سے ضرور غافل ہوتا ہے، کتنے لوگ ہیں، جو ٹیپ ریکارڈ سے تلاوت سن لیتے ہیں، اور یہ سننا بطور تفریح کے ہوتا ہے، پھر انھیں تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی، ٹیلی ویژن پر حرم شریف کی نماز اور تراویح کا منظر دلچسپی سے دیکھتے ہیں، مگر نہ فرض نماز پڑھتے نہ تراویح سے واسطہ رکھتے، یہ کہنے کو تو اسلامی پروگرام ہوتے ہیں، مگر فی الحقیقت اسلامی اعمال واحکام سے روکنے والے ہوتے ہیں۔

پھر یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ اسلامی پروگرام دیکھنے والے کتنے ہوتے ہیں اور جو ہوتے بھی ہیں، تو اس کے معاً بعد ناچ گانے کے پروگرام میں مست ہو جاتے ہیں۔

وحید الدین خاں صاحب جو ٹی، وی کو ''خدا کی دین'' قرار دیتے ہیں، وہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ:

> ''تاہم اس کا ایک اور پہلو ہے، اس کا تعلق ان پروگراموں سے ہے، جو آج کل اسلامی پروگرام کے نام سے ٹی، وی پر دکھائے جاتے ہیں .... دوسرے پروگراموں کی طرح ان اسلامی پروگراموں کو بھی تفریح کے روپ میں ڈھال دیا گیا ہے''

وحید الدین خاں کے نزدیک ہر چیز کا معیار عیسائیوں، یہودیوں اور غیر مسلموں کے یہاں ملتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی مسیحی پروگرام کو بطور معیار اور نمونے کے

پیش کیا ہے۔ واقعی رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا:

لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبرٍ و ذراعاً بذراعٍ حتیٰ لو دخلوا جحر ضبٍّ تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن (بخاری شریف، ص: ۱۰۸۸) تم اپنے سے پہلی امتوں کے طریقوں کی ہو بہو پوری پوری نقلیں ضرور اتار کر رہو گے، یہاں تک کہ اگر بالفرض ان میں کوئی شخص گوہ جیسے ذلیل جانور کے تنگ سوراخ میں گھسا ہوگا تو تم بھی اس میں ضرور گھس کر رہو گے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود ونصاریٰ ہیں، آپ نے فرمایا تو پھر اور کون مراد ہوتے؟

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ اگلی امتوں کے گمراہ لوگوں کی قدم بقدم پیروی کریں گے۔ جن گمراہیوں اور غلط کاریوں میں وہ مبتلا ہوئے ہیں، یہ بھی ان میں مبتلا ہوں گے، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی سر پھرے پاگل نے گوہ کی بل میں گھسنے کی کوشش کی ہوگی، تو میری امت میں بھی ایسے پاگل ہوں گے، جو یہ مجنونانہ حرکت کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی احمقانہ حرکتوں میں بھی ان کی پیروی اور نقالی کریں گے۔ (معارف الحدیث ج: ۸، ص: ۱۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے آئندہ زمانوں میں ظاہر ہونے والے فتنوں کی تفصیل سے خبر دی ہے، تاکہ فتنوں اور فتنہ پردازوں کی شناخت رہے، اور امت اندھیرے میں نہ رہے۔ غیروں کی اندھا دھند نقالی اور ان کے طریقوں اور نظریوں کی طرف رجحان ومیلان بھی ایک فتنہ ہے، دیکھ لیجئے کتنے لوگ ہیں کہ ان کو نمونہ اور معیار نہ اسلام میں ملتا، نہ مسلمانوں میں۔ وہ ہر بات میں مغرب کا، یورپ کا، امریکہ کا، برطانیہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہی یورپ، وہی برطانیہ وہی امریکہ جس کی نگاہ بھی اُٹھتی

ہے تو اسلام کو کوئی زخم لگانے کی کوشش کرتی ہے۔

''سہارا'' کے ایک مضمون نگار (مفتی اعجاز ارشد قاسمی) نے اچھی بات لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''ٹیلی ویژن کے ذریعہ اسلامی پروگرام پیش کرنے کے سلسلے میں اپنی رائے میں نرمی پیدا کرنے سے پہلے یہ بات اچھی طرح سوچ لینا ہوگا کہ کیا اس طرح کا فتویٰ صادر کرنے سے گھروں میں ٹی، وی رکھنے کی گنجائش نہیں نکلتی ہے اور جب ہم ہر مسلمان کو اپنے گھروں میں ٹی، وی رکھنے کی عام اجازت دے دیں گے، تو کیا ہر گھر میں ٹی، وی کا استعمال صرف اسلامی پروگراموں کے لئے ہو سکے گا؟ کیا ٹی، وی کے استعمال کی اجازت، تھوڑے منافع کی خاطر بہت سے شرور وفتن کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہوگا؟ یقیناً ہوگا اور ۹۹ رفی صد گھروں میں ٹی، وی اسلامی پروگراموں تک محدود نہیں رہ سکے گا۔ ٹیلی ویژن اطلاعاتی انقلاب ہے، جس کی طاقت کا ہر کسی کو اعتراف ہے اور اس سے فائدہ نہ اُٹھانا بظاہر غیر دانشمندی ہے، لیکن ان حقائق کے باوجود اس بات سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج ٹی، وی کے ذریعہ اس طرح کے پروگرام پیش کئے جانے کے باوجود وہ آلۂ لہو ولعب کی علامت بن چکا ہے اور بیشتر ٹی، وی چینلز کا اولیں مقصد ناظرین کو ذہنی عیاشی کا سامان فراہم کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج یورپی ممالک اس بات پر سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں کہ ٹی، وی پر پیش ہونے والے پروگراموں کی وجہ سے جو جنسی بے راہ روی اور پُر تشدد واقعات رُونما ہو رہے ہیں ان پر کیسے کنٹرول کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب یورپی ممالک کو ٹی، وی کلچر کا اتنا تلخ تجربہ ہے، تو پھر ہمارے معاشرہ کا کیا حال ہوگا۔ ایسی حالت میں حدیث نبوی واضح طور پر ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ ''جس میں شک ہو اسے چھوڑ دو اور جس میں یقین ہو اسے اختیار کرو''۔ (مشکوٰۃ)

بہر کیف اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ٹی، وی ایک مؤثر ترین پیغام رسانی کا ذریعہ ہے، جس کی طاقت مسلم ہے، لیکن جس طاقتور آلہ کے استعمال سے اپنا تشخص مٹ جانے کا خطرہ ہو، جس کے نقصانات یقینی ہوں، جس کے تجربات بہت تلخ ہوں، اس طرح کے ذریعہ ابلاغ کے استعمال کی بھلا کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔ یہ کہنا کہ ٹی، وی کے سلسلے میں دار العلوم نے جو فتویٰ دیا ہے، اس پر آج کے دور میں عمل کرنا ناممکن ہے، بالکل غلط ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کا احترام کرتے ہیں اور اس کے ہر فتویٰ پر عمل کرنے میں جذباتی حد تک فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض مسائل میں عملی کوتاہی ہو جاتی ہے''۔

یورپی ممالک سنجیدگی سے کیا غور کریں گے، ان کی سنجیدگی سے تو کچھ اور مزید فتنے ابلیں گے۔ وہ غور کریں یا نہ کریں، ہمیں تو قرآن وسنت سے وابستہ رہنا ہے۔ ٹی، وی اور انٹرنیٹ کا کوئی اسلامی پروگرام، اسلامی مزاج سے میل نہیں کھاتا، اور اگر کچھ علماء، کچھ بظاہر دیندار لوگ ان پروگراموں سے دلچسپی لیتے ہیں، تو وہ اسلام کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ قیامت کے دن اس کے وہ جواب دہ ہوں گے، اسلام اور اسلامی حدود وتعلیمات کا تحفظ ضروری ہے، ان حدود کو توڑ کر اسلام کا نام تو باقی رہ سکتا ہے۔ اسلام باقی نہیں رہے گا، اور وہی بات ہوگی جس کی خبر حدیث میں دی گئی ہے۔ لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمه' ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمه''۔ دین کا صرف نام ہی نام باقی رہے گا، اور قرآن کا صرف نقش ہی نقش رہ جائے گا۔

کوئی مانے یا نہ مانے، سنے یا نہ سنے، دینی حدود کا تحفظ ضروری ہے، جو کچھ غلط ہے، اسے غلط کہنا ضروری ہے، خواہ اکثریت اسی غلطی پر ٹوٹی پڑ رہی ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُتۡلُ مَآ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ لَامُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِہٖ وَلَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَداً (سورہ کہف: ۲۷) تمہارے رب

کی جانب سے جس کتاب کو بطور وحی کے نازل کیا گیا ہے، اس کی تلاوت کرو، اس کے کلمات کوئی بدل نہیں سکتا، اور اس کے علاوہ تم کوئی پناہ گاہ نہیں پاؤ گے۔

ہدایت کل بھی قرآن میں تھی، وحی الٰہی میں تھی اور آج بھی وہیں ہے اس کی تلاوت، اس میں غور و تدبر کو چھوڑ کر لہویات و خرافات کی مشغولیت بجز گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

کافروں کے ساتھ مشابہت

خالقِ کائنات اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتے ہیں ﴿اِنَّ الَّذِینَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَاءَ نَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِھَا وَ الَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنۡ آیَاتِنَا غٰفِلُوۡنَ۔ اُوۡلٰئِکَ مَاوٰھُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ﴾ (سورۂ یونس: ۸/۷) وہ لوگ جو ہمارے پاس آنے اور ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، اور وہ دنیاوی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو بیٹھے ہیں، اور نیز وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں، بلاشبہ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے افعال کے عوض جہنم ہے۔

یعنی دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہ رہی، اسی چندروزہ حیات کو مقصود و معبود بنالیا، سارا کچھ کرنا دھرنا، خوشی و غم اور تگ و دو اسی زندگی کے لیے وقف ہو کر رہ گئی، اس کا آخری انجام یقیناً وہی ہے، جس سے اللہ نے ڈرایا ہے، یہ وصف ہے تو کفار و مشرکین کا، لیکن ہم مسلمانوں کو بھی اس پر غور کرنا چاہئے کہ یہ وصف اور یہ حال ہمارے اندر کتنا پایا جاتا ہے، عقیدے کی حد تک بلاشبہ ہر مسلمان کا دل صاف ہے کہ آخرت کی پیشی ہونی ہے، مگر یہ عقیدہ ہمارے روزمرہ کے حالات و معمولات میں کتنا مؤثر ہے؟ ہمارے طرزِ فکر اور کفار و مشرکین کے طرزِ فکر میں کتنا فرق ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ آخرت ہماری نگاہوں سے اوجھل سی معلوم ہوتی ہے، اور دنیاوی مقصد پر ہی آدمی ٹوٹا پڑا ہوا ہے، غیروں کی نقالی میں ہم نے اپنی پونجی گنوادی ہے، ایک ایمان والا کسی کافر کی نقالی کرے، اُدھر رجحان رکھے، یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہے، اللہ کو ماننے والا دنیوی خرافات کو مطمحِ نظر بنالے! ترقیٔ معکوس ہے، یہود و نصاری

اور کفار و مشرکین، غضب الٰہی کے شکار ہیں، صحیح راہ سے کوسوں دور ہیں، ان کا طریقہ اختیار کرنے والا، ان کی معاشرت کو پسند کرنے والا، اللہ کو کیونکر راضی کر سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ لَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وَ مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ (سورۂ ھود: ۱۱۳) اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں، پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمھارا اللہ کے علاوہ مددگار، پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

یعنی جو لوگ ظالم ہیں، اور ظالم کون؟ اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے نکل جانے والا، فرماتے ہیں کہ ظالموں کی طرف تمھارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو، ان کی موالات، مصاحبت، تعظیم و تکریم، مدح و ثنا، ظاہری تشبہ، اشتراک عمل، ہر بات سے حسب مقدور محترز رہو، مبادا آگ کی لپٹ تم کو لگ نہ جائے، پھر نہ خدا کے سوا تم کو کوئی مددگار ملے گا، اور نہ خدا کی طرف سے کچھ مدد پہونچے گی۔

کفار کی طرف دل کا میلان بغایت خطرناک ہے، اس سے اس طرح بچنا چاہئے، جیسے آدمی سانپ بچھو سے بچتا ہے، کسی کو معلوم ہو جائے کہ فلاں چیز کھانے سے یقینی طور پر کینسر ہو جاتا ہے، تو اس کے پاس کبھی نہ جائے گا، لیکن ہم ایمان رکھتے ہوئے، انھیں راستوں میں گھستے ہیں، جن کی انتہا جہنم پر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿وَ اِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا ○ وَ لَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا ○ اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل: ۷۳-۷۴-۷۵)

ان کفار کا مقصد یہ ہے کہ ہم جو کچھ بذریعہ وحی تمھارے پاس علوم و احکام بھیج رہے ہیں، ان سے تمھیں ہٹا دیں، اس کے لیے یہ سازشیں کرتے ہیں، ورغلاتے ہیں، دنیا

دکھاتے ہیں، تاکہ تم اس کا کچھ حصہ ترک کر دو، یا بدل دو، اگر تم ایسا کر لوگے، تو وہ تمھیں اپنا خالص دوست بنا لیں گے، لیکن بات یہ ہے کہ ہم نے تمھیں سنبھال رکھا ہے، عصمت کی پختگی تمھیں عطا کر رکھی ہے، پہاڑ جیسا ثبات واستقلال بخش رکھا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ذرا سا ہی سہی ان کی ترغیبات وتحریضات سے متاثر ہو جاتے، اور اگر ایسا ہوتا تو ہم زندگی اور موت کا دوگنا عذاب تم پر مسلط کر دیتے، اور ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔

اندازہ کیجئے، کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کی طرف خفیف میلان پر کتنا شدید مؤاخذہ ہو رہا ہے، اگر یہ وعید شدید اہلِ ایمان کے سامنے ہو، تو ان کا ہلکے سے ہلکا تشبہ بھی آدمی کو برداشت نہ ہو۔

نظریات وعقائد ہوں، یا ظاہری اعمال واوصاف کسی میں بھی اسلامی طریقہ چھوڑ کر غیروں کی نقالی، سب اس وعید کے دائرے میں آتی ہے، شعائرِ اسلامی کا استخفاف اور ان کی توہین ہو، فرائض وواجبات کا ترک ہو، اسلامی شکل وصورت سے ہٹ کر یہود ونصاریٰ یا کفار کی صورت اختیار کرنی ہو، ڈاڑھی منڈانی، مونچھیں بڑھانی، ننگے سر رہنا، انگریزی معاشرت کو ترجیح دینا، یہ سب اسی وعید کے تحت داخل ہیں، یہ تمام امور اس کی علامت ہیں کہ دل میں اسلامی طور طریقے کی عظمت واہمیت نہیں ہے، اس کے مقابلے میں غیر اسلامی طور طریقوں کی عظمت ومحبت ہے۔

محدث جلیل ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی نور اللہ مرقدہ نے اعیان الحجاج میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے، بہت ہی اہم اور قابلِ غور! فرماتے ہیں:

> ’’دو شخصوں کی وضع قطع اور لباس وپوشاک میں اس وقت تک مشابہت پیدا نہیں ہوتی، جب تک دونوں کے دل باہم مشابہ نہیں ہوتے‘‘ (ج ۱ ص ۳۹)

ہمارا دین، دین حنیف ہے، دین حنیف کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک طریقہ و مذہب سے جدا، محض اللہ کے حکم پر مبنی، جس میں نفس کی خواہش، ماحول کے رجحان، اور خاندانی روایات کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ دین محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں منحصر ہے، اس اسوۂ حسنہ سے خروج، دائرۂ ظلم میں انسان کو پہنچا دے گا۔ زندگی کے ہر مرحلہ میں مومن کو اس کی جستجو ہونی چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ کیا ہے، اپنے آپ کو اسی پر مضبوطی سے ڈال دے، خواہ اس کی وجہ سے دنیا میں اجنبی بن کر رہ جائے، دنیا والے اسے اجنبیت سے دیکھیں گے، لیکن فرشتے اسے پہچانیں گے، رسول اکرم ﷺ کی بشارت اس کے حق میں صادق آئے گی، فرمایا کہ **بَدَأَ الإسلامُ غَرِيباً و سَيعودُ غريباً كما بَدَأَ فَطُوبىٰ لِلْغُرَباءِ** اسلام کا جب آغاز ہوا تھا تو اس وقت کے ماحول میں اجنبی تھا، اسے پہچاننے والے کم تھے، اور پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ اجنبی بن کر رہ جائے گا، نہ اسلام کو لوگ پہچانیں گے، نہ اس پر عمل کرنے والوں کو، تو ان اجنبیوں کے لیے خوش خبری ہے۔

گھبراہٹ اور مایوسی کی بات بالکل نہیں ہے کہ اسلام پر عمل کرنے کی وجہ سے آدمی اجنبی سا ہو کر رہ جائے، بلکہ یہ خوشی اور سعادت کی بات ہے، اس کے لیے بشارت ہے۔

تو جو چیز اللہ نے اور اللہ کے رسول نے ہمارے لیے پسند کی ہے، جو عقیدہ پسند کیا ہے، جو عمل منتخب کیا ہے، جو سیرت تجویز کی ہے، جو صورت ہمیں عطا کی ہے، اس پر ہم رہیں، نہ چہرہ مہرہ بدلیں، نہ لباس غیروں جیسا پہنیں، نہ غیروں کی طرح ترکِ نماز کریں، نہ دنیا اور متاعِ دنیا کو کفار و مشرکین کی طرح اہمیت دیں، نہ مخلوق کو کارساز سمجھیں، بس اللہ سے لو لگائے رکھیں، ہر کام کے بناؤ اور بگاڑ کی جگہ وہی ہے، اللہ پر پختہ ایمان رکھیں، بالیقین توکل کریں، اور اپنی زندگی کو اس آیت کے سانچے

میں ڈھال لیں ﴿قُلْ اِنّ صَلاتِیْ وَ نُسُکِیْ و مَحْیَایَ و مَمَاتِیْ للّٰہ رَبِّ الْعَالَمِینَ لا شَرِیکَ لَہٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنا اَوّلُ الْمُسْلِمِینَ﴾ تم کہہ دو کہ بے شک میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

رضائے الٰہی تک پہونچانے والی راہ یہی ہے۔ فَتُوْبُوا اِلَی اللّٰہ جَمِیْعاً اَیُّھا المومنونَ لَعَلّکُمْ تُفْلِحُونَ۔ (پس رجوع کرو اللہ کی طرف تم سب مل کر، اے ایمان والو! شاید تم کامیاب ہو)

ٹی، وی سے متعلق ایک اہم فتویٰ

بقلم: مولانا مفتی منظور احمد صاحب، مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپور

سوال: ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ صرف خبریں یا جائز پروگرام مثلاً مسجد حرام یا مسجد نبوی میں ادا کی جانیوالی نمازیں یا ان میں ہونے والے درس قرآن ودرس حدیث یا ادائیگی حج کی جھلکیاں دیکھنے اور سننے کے لئے گھروں میں اس کے رکھنے اور دیکھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ آپ سے سوال کرنے کی وجہ اس وقت اس لئے پیش آئی کہ ہمارے یہاں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ٹی، وی پر جو عکس نظر آتا ہے وہ سایہ کے مثل ہے، اور آئینہ اور پانی میں آنے والے عکس کی طرح ہے یہ تصویر سے خارج ہے، تو جس طرح سے آئینہ اور پانی وغیرہ میں آنے والے سایے اور عکسوں کو دیکھنا درست ہے اسی طرح سے ان جائز پروگراموں کو دیکھنا بھی درست ہونا چاہئے۔ نیز بتلایئے کہ ٹیلی ویژن کی تجارت ومرمت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: ۔ مناسب یہ ہے کہ پہلے آپ تصویر اور سایہ کا فرق سمجھ لیں۔ جب تک کسی شئے کا عکس اس شئے کے تابع ہوتا ہے کہ اصل شئے کے بغیر اس کے عکس کا وجود نہ ہو یعنی اگر اصل شئے ہو تو عکس کا وجود ہو اور اگر اصل شئے نہ ہو تو اس کے عکس کا وجود بھی نہ ہو تو ایسا عکس محض عکس اور سایہ کے حکم میں ہے، تصویر اور فوٹو نہیں ہے، جیسے آئینہ پانی، دھوپ اور روشنی وغیرہ میں آنے والا عکس، کیونکہ جب تک ذی عکس (اصل شئے) ان کے مقابل میں ہوتا ہے اس وقت تک عکس باقی رہتا ہے اور جب ذی عکس ان کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے یا آئینہ وغیرہ کو اصل شئے کے مقابل سے ہٹالیا جائے تو عکس

باقی نہیں رہتا۔ اور جب عکس، صاحب عکس (اصل شئے) کے تابع نہ رہے بلکہ اصل اور صاحب عکس کے بغیر بھی اس کا وجود قائم رہے مثلاً کسی آلہ، مشین، مسالہ یا خطوط و نقوش کے ذریعہ عکس کو قائم اور پائیدار بنالیا جائے تو یہ عکس تصویر اور فوٹو ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جب تک عکس کو کسی طریقہ سے قائم و پائیدار نہ کرلیا جائے اس وقت تک وہ محض عکس اور سایہ ہے شرعاً نہ اس میں کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت ہے، اور جب عکس کو کسی بھی طریقہ سے قائم و پائیدار بنالیا جائے تو وہ تصویر ہے، اس کے سارے احکام وہ ہوں گے جو تصویر کے متعلق ہیں۔

لہٰذا ٹی، وی میں آنے والے عکس آئینہ وغیرہ میں آنے والے عکس کی طرح قطعاً نہیں ہیں، ان پر تصویر اور فوٹو کی تعریف صادق آتی ہے، اس لئے کہ ٹی، وی کے ماہرین اور اس کے بارے میں صحیح معلومات رکھنے والوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچی ہوئی ہے کہ ٹی، وی پر آنے والا عکس درحقیقت تصویر اور فوٹو ہی ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ مواصلاتی سیارہ اور مواصلاتی نظام کی مدد سے بذریعہ مشین (کیمرہ) پہلے پروگراموں کو مع تصویر محفوظ و قائم کرلیا جاتا ہے، پھر مشین ہی کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ کرکے ٹی، وی تک پہونچایا جاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ کبھی ایک طرف پروگرام ہوتا رہتا ہے اور اسی آن میں ٹیلی کاسٹ بھی کیا جاتا ہے اور ٹی، وی تک پہونچا بھی دیا جاتا ہے لیکن پھر بھی اولاً تصویر کشی ہوتی ہے، پھر ارسالِ تصویر کا عمل وجود میں آتا ہے، بس صرف یہ کہ عکس کو پائیدار اور قائم کرنے اور اسے بھیجنے میں بہت تھوڑا سا وقت صرف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر چاہتے ہیں تو ان پروگراموں کو اسی آن ٹیلی کاسٹ نہیں کرتے بلکہ مشین میں محفوظ کرلیتے ہیں بعد میں حسب منشاء ٹی، وی تک پہونچاتے ہیں جبکہ اصل پروگرام کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ٹی، وی پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ محض سایہ نہیں ہے کیونکہ اگر محض سایہ ہوتا تو پروگرام

کے ختم ہونے کے بعد ٹی، وی پر اس کو دیکھنے کا امکان باقی نہ رہتا۔

اب ٹیلی ویژن کے شرعی حکم کے سلسلہ میں پانچ باتیں عرض ہیں۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ دراصل اس میں آنے والے پروگرام خواہ کیسے بھی ہوں چونکہ ذی روح اور جاندار کی تصویروں پر مشتمل ہوتے ہیں اور تصویروں کی حرمت احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

عن أبي طلحة قال قال النبي ﷺ لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلبٌ ولاتصاوير (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف، ج:۲، ص:۳۸۵)

حضرت ابوطلحہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہوں۔

عن عائشةؓ أن النبي ﷺ لم يكن يترك في بيته شئياً فيه تصاليب الانقضه (رواہ البخاری) ایضاً

رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کوئی چیز جس میں تصاویر ہوں بغیر توڑے نہ چھوڑتے تھے۔

وعنها أنها كانت قد اتخذت على سهوةٍ لها ستراً فيه تماثيل فهتكه النبي ﷺ (متفق علیہ) ایضاً

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے طاق پر ایک پردہ ڈالے ہوئے تھی جس میں تصاویر تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پھاڑ ڈالا۔

ان احادیث کے علاوہ تصویر کی حرمت وممانعت اور اس کی قباحت سے متعلق صحاحِ ستہ میں بکثرت حدیثیں موجود ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ٹی، وی کے ہر پروگرام کے شروع یا آخر میں یا درمیان میں گاہے گاہے کسی نہ کسی عنوان سے مرد یا عورتیں ضرور شریک رہتی ہیں

اور اس میں مردوں کی نظر نامحرم عورتوں کی تصویر پر اور عورتوں کی نظر نامحرم مردوں کی تصویر پر بالارادہ شوق و رغبت سے پڑتی ہے، جس کے متعلق قرآنی آیات اور احادیث رسول موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ، ذٰلِكَ أَزْكىٰ لَهُمْ ۔ (سورہ، نور، پ، ۱۸)

آپ (ﷺ) مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کیلئے صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح عورتوں کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ،

آپ (ﷺ) مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اس سلسلہ میں فرمانِ رسول ﷺ بھی ہے:

أن رسول الله ﷺ لعن الله الناظر والمنظور اليه (رواه البيهقى فى شعب الايمان) مشکوٰۃ شریف ج:۲، ص:۲۷۰

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہے، اجنبی عورت کے دیکھنے والے پر اور اس عورت پر جس کو دیکھا جائے۔

عن جرير بن عبد الله قال سألت رسول الله ﷺ عن نظر الفجأة فأمرنى أن أصرف بصرى (رواه مسلم) ایضاً ج:۲، ص:۲۶۸

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے حکم دیا کہ میں فوراً اپنی نگاہ ہٹالوں۔

عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة اذ أقبل

ابن أم مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله ﷺ احتجبا منه فقلتُ يارسول الله أليس هو أعمىٰ لايبصرنا فقال رسول الله ﷺ أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد) ایضاً ج:۲، ص:۲۶۹

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں کہ (ایک نابینا صحابی) حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ہمیں پردہ کرنے اور ہٹ جانے کا حکم فرمایا، میں نے کہا یارسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں، ہم کو نہیں دیکھ سکتے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟

غرضیکہ شریعت کی منشاء یہی ہے کہ بے ضرورت نہ مرد نامحرم عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں نامحرم مردوں کو، اس سے ان کے قلوب غلط اور شہوانی خیالات سے پاک وصاف رہ سکتے ہیں۔

اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ٹی، وی کے اسکرین پر جو نامحرم کی صورتیں آتی ہیں وہ محض تصویریں ہیں اس سے نامحرم کا دیکھنا لازم نہیں آتا ہے تو یہ خیال غلط ہے، اس سے اس کی قباحت وممانعت پر کوئی اثر نہ ہوگا، کیونکہ حکم شریعت یہ ہے کہ جس طرح اجنبی واجنبیہ کا چہرہ دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح شیشہ یا پانی میں اس کا عکس پڑ رہا ہو تو وہ عکس بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ شامی میں ہے:

الثانى لم أر مالو نظر الى الاجنبية من المرآة أو الماء وقد صرحوا فى حرمة المصاهرة بأنها لاتثبت برؤية فرج من مرآة أو ماءٍ لأن المرئى مثاله لاعينه بخلاف مالو نظر من زجاج أو ماء هي فيه لأن البصر ينفذ فى الزجاج والماء فيرىٰ مافيه ومفاد هذا أنه لايحرم

نظر الاجنبية من المرآة أو الماء الا أن يفرق بأن حرمة المصاهرة بالنظر ونحوه شدد في شروطها لأن الأصل فيها الحل بخلاف النظر لأنه انما منع خشية الفتنة والشهوة وذلک موجودٌ هنا ورأيت في فتاویٰ ابن حجر من الشافعية ذكر فيه خلافاً بينهم ورجح الحرمة بنحو ماقلنا والله أعلم ۔ یعنی اگر اجنبی عورت کا عکس آئینہ یا پانی پر دیکھا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم صراحتاً تو کسی جگہ نہیں دیکھا، البتہ فقہاء نے حرمت مصاہرت کی بحث میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر عورت کی شرم گاہ کا عکس آئینہ یا پانی میں پڑ رہا ہو اور اسے کوئی دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، اسلئے کہ وہ چیز جو نظر آرہی ہے وہ عکس ہے اصل نہیں ہے، البتہ اگر شیشہ سے اس کی شرم گاہ دیکھے یا عورت پانی میں ہو اور اس کی شرم گاہ دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، اس لئے کہ ان دونوں صورتوں میں یعنی شیشہ میں اور پانی میں نظر نافذ ہوجاتی ہے اور جو چیز نظر آتی ہے وہ اصل ہوتی ہے، اس بحث کا مفاد یہ ہے کہ اگر اجنبی عورت کا عکس آئینہ میں ہو یا پانی پر پڑ رہا ہو تو اس کا دیکھنا حرام نہیں ہونا چاہئے لیکن ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ حرمت مصاہرت دیکھنے اور چھونے وغیرہ سے اس وقت ثابت ہوگی جب اس کی تمام شرطیں پائی جائیں، اسلئے کہ اصل عورت میں حِل ہے، برخلاف نظر کے اس لئے کہ وہ فتنہ اور شہوت کے اندیشے کی وجہ سے ممنوع اور حرام ہے، اور یہ بات یہاں (عکس دیکھنے میں) موجود ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں نے شوافع کی کتاب فتاویٰ ابن حجر دیکھی، اس میں انھوں نے اختلاف ذکر کیا ہے اور حرمت کو راجح کہا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، واللہ اعلم

(شامی مع درمختار، ج:۵، ص:۲۶۳ ’’**فصل في النظر والمس**‘‘)

معلوم ہوا کہ بدنظری کے ممنوع ہونے کی وجہ فتنہ اور شہوت کا خوف ہے اور یہ

فتنہ و شہوت یہاں پر موجود ہے، بلکہ ٹی، وی پر آنے والی تصویریں زیادہ شہوت انگیز ہوتی ہیں، کیونکہ اولاً تو وہ محض تصویریں نہیں ہوتیں بلکہ ان کو متحرک بنا کر اس طور پر پیش کیا جاتا ہے، جیسے وہ واقعی عورتیں ہی ہوں، دوسرے یہ کہ ایک مخصوص قسم کی روشنی کی وجہ سے ان میں زیادہ کشش پیدا کر دی جاتی ہے، تیسرے وہ زیادہ تر نیم برہنہ ہوتی ہیں۔ غرض ٹی، وی کا منظر سراپا شہوت ہی شہوت ہوتا ہے۔

لہٰذا سوال میں جو کسی کا خیال یہ پیش کیا گیا ہے کہ "ٹی، وی پر جو عکس آتا ہے وہ سایہ کے مثل ہے اور آئینہ اور پانی میں آنے والے عکس کی طرح ہے اور چونکہ آئینہ اور پانی والے عکوس کو دیکھنا درست ہے اسی طرح سے ٹی، وی پر عکوس کو دیکھنا بھی درست ہونا چاہئے" تو یہ خیال سرے سے باطل ہے کیونکہ اولاً تو یہ بات اوپر واضح کی جا چکی ہے کہ ٹی، وی پر آنے والے عکوس تصویر اور فوٹو کے حکم میں ہیں، اور ثانیاً اگر مان بھی لیا جائے کہ ٹی، وی کے عکوس مثل سایہ ہیں اور آئینہ و پانی میں آنے والے عکوس کی طرح ہیں، تب بھی تو ٹی، وی پر نامحرم مرد اور نامحرم عورت کا عکس دیکھنا جائز نہ ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ آئینہ اور پانی میں بھی آنے والے نامحرم کے عکوس کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اگر چہ یہ تسلیم ہے کہ کبھی کبھی ٹی، وی پر ایسا پروگرام پیش کیا جاتا ہے جس سے بڑی معلومات اور بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں، مثلاً تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور درس قرآن وغیرہ کے پروگرام، تو اس سلسلہ میں اتنا عرض ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ ٹی، وی کے کچھ فوائد و نفع ضرور ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ نفع سے زیادہ نقصان ہے، اور اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ دنیا کا ہر انصاف پسند اور منصف مزاج اس کا اعتراف کرے گا اور کر بھی رہا ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی، ٹی، وی دیکھنے والے ہوں یا دکھانے

والے، اس کے ایجاد کرنے والے اہل یورپ ہوں یا ماہر سائنسداں، ہر ایک کو اس کے مضرت ونقصان کا اعتراف ہے حتیٰ کہ مذہبی واخلاقی نقصان کے علاوہ کثیر جسمانی نقصان کے بارے میں آئے دن اخبارات میں ماہرین کے بیانات آتے رہتے ہیں۔

لہٰذا جب یہ بات عیاں ہے کہ ٹی، وی کا نقصان نفع سے زیادہ ہے تو ٹی، وی قرآن کی آیت **اِثۡمُهُمَآ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا** کا مصداق ہو کر حرام ہوگی، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں شراب اور جوا کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان دونوں میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی، لیکن نقصان نفع سے زیادہ ہے، پھر ہر چند کہ دونوں میں نفع ہے لیکن نقصان زیادہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں دونوں کو حرام قطعی قرار دیا ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ ٹی، وی میں عموماً محرمات شرعیہ، ساز باجہ، راگ، موسیقی اور میوزک وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے، نیز اس کی وجہ سے ضروری شرعی احکام مثلاً نماز اور ذکر سے آدمی غافل ہو جاتا ہے، اس لئے وہ قطعاً آلۂ لہو ولعب اور **لهو الحديث** میں داخل ہے، جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا (سورہ لقمان:٦) اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتیں خریدتے ہیں، کہ اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دیں، اور اسے مذاق کی چیز بنائیں۔

اس آیت کے تحت صاحب تفسیر روح المعانی نے **لهو الحديث** کی تعریف حضرت امام حسن بصریؒ سے یہ نقل کی ہے:

كل ما شغلك عن عبادة الله وذكره من السمر والاضاحيك والخرافات والغنا ونحوها (روح المعانی) یعنی **لهو الحديث** ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو، مثلاً فضول قصہ

گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ (تفسیر عثمانی)

اور جو "لہو" احکامِ شرعیہ ضروریہ سے رکاوٹ بنے وہ معصیت ہے، اور ٹی، وی کے اس قبیل سے ہونے میں کسی کو کلام نہ ہوگا۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ ٹیلی ویژن عریانیت وفحاشی، زناکاری، شہوت انگیز مناظر، قتل وغارتگری، اباحت پسندی، فتنہ وفساد، بدترین غیر اخلاقی حرکتوں اور دنیا بھر کے خرافات ومنکرات کی اشاعت اور فروغ کا باعث بنتا ہے، اس لئے وہ سبب معصیت اور سبب حرام میں داخل ہے، اور آج کل تو بالکلیہ اس کا استعمال ان ہی خرافات کیلئے ہوتا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی امر مباح (بلکہ مستحب بھی) معصیت اور حرام کا سبب بن جائے تو وہ حرام اور معصیت ہو جاتا ہے۔

ان پانچوں باتوں کے پیشِ نظر اور نیز سداً للباب ٹی، وی کا دیکھنا اور گھروں میں رکھنا اور لگانا شرعاً درست نہیں ہے، خواہ پروگرام کیسے بھی ہوں۔

اور اسی سے ٹی، وی کی تجارت ومرمت کا حکم بھی واضح ہو جاتا ہے کہ چونکہ اس کی تجارت ومرمت بھی اعانتِ معصیت، فروغِ حرمت، اشاعت فواحش اور تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہے، اس لئے شرعاً درست نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان، ظلم اور گناہ کی باتوں پر مدد نہ کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ بدکاری پھیلے ایمان والوں میں، تو ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

والله أعلم وعلمهٗ أتم وأحكم

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆